قرآنی تصور خوف کا موضوعاتی مطالعہ

Thematic Study of the Qur'ānic concept of Fear

*محمد عبدالباسط
**ڈاکٹر قاضی فرقان احمد

Abstract

This article studies thematic study of the Qur'anic concept of fear. It argues that thoughts and deeds which express the state of fear and they conceive the idea of nurturing belief in the veins of man and this is what causes the concept of divinity, divinity and divinity to be refined in man, in solitude. The concept of responsibility emerges when the love of God Almighty prevails and acknowledges. Self-deception becomes a means of protection and self-accountability. The goals fulfill the *Sharī'ah* and the manifestations of fear and the manifestations of fear revealed the facts by which humanity in general and the Muslims in particular, by practicing, can achieve their worldly and otherworldly and eternal success and salvation.

Keywords: Quran, concept, fear, thematic study

اردو زبان میں خوف کے معانی اور مفاہیم

اردو زبان وادب میں لفظ خوف مستعمل ہے، ڈر، اندیشہ، ہول، دہشت، ہراس، ہیبت، ترس، خطر اندیشہ، خدشہ، وحشت کو کہتے ہیں ۔[1] ہراس، بیم، باک بھے کو بھی کہا جاتا ہے۔[2] خطرہ، دھڑکا، کھٹکا، دغدغہ، جوکھم، جوکھوں۔[3] دشواری، مشکل، بھیانک، مضر، وسواس۔[4] محاورات: خوف کرنا، خوف کھانا، اندیشہ کرنا، رحم کھانا، ترس کھانا۔[5]

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اسلامیات، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامیات، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات

[1] قاموس مترادفات، س580 (مادہ خوف)، فیروز اللغات، ص601، فرہنگ آصفیہ، ج2، ص213

[2] جامع اللغات، ج1، ص972

[3] قاموس مترادفات ص633 (مادہ ڈر)

عربی زبان میں خوف کے معانی اور مفاہیم

عربی زبان میں خوف قرائن اور شواہد سے کسی آنے والے خطرہ یا نقصان کا اندیشہ کرنا، مراد ہوتا ہے۔[6] ابن فارس کہتے ہیں: الخاء والواء، والفاء اصل واحد یدل علی الذعر والفزع [7] یعنی دہشت، گھبراہٹ، سراسیمگی کو کہتے ہیں طریق مخوف یخافہ الناس ومخیف یخافہ الناس[8] (یعنی ڈراؤنا راستہ جس سے لوگ خوف زدہ ہوتے ہوں دہشت، گھبراہٹ، سراسیمگی پر دلالت کرتا ہے)۔ فیروز آبادی نے لفظ خوف کی تشریح کچھ یوں کی ہے: **خاف یخاف خوفاً وخیفاًومخافة وخیفة بالکسر واصلها خوفة وجمعها خیف** بوکھلاہٹ اور گھبراہٹ تینوں کی اصل ایک ہی ہے۔ اور خوف کا معنی اور اس کے استدلال میں قرآن کریم کی آیات کو پیش کیا ہے، قتل بھی کیا ہے:﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ﴾[9] (اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور (کبھی) خوف سے اور (کبھی) بھوک سے اور (کبھی) مال وجان اور پھلوں میں کمی کرکے اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنادو) **علم کو بھی کہہ سکتے ہیں**: (أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُم بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ)[10] ((اور وہ بھی) تمہارے ساتھ لالچ رکھتے ہوئے، چنانچہ جب خطرے کا موقع آجاتا ہے تو وہ تمہاری طرف چکرائی ہوئی آنکھوں سے اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہورہی ہو پھر جب خطرہ دور ہوجاتا ہے تو تمہارے سامنے مال کی حرص میں تیز تیز زبانیں چلاتے ہیں) کسی چیز کا خوف طاری ہونا بھی کیا ہے۔[11] **خافہ یخافہ خوفا وخیفاً ومخافۃ** گھبراہٹ کے معنی میں ہے۔[12] خوف امن کی ضد ہے۔[13] **خاف خوفاً وخیفۃ ومخافۃ وخیفۃ،** فزع اتقی امن کی ضد ہے گھبراہٹ اور ڈر کو کہتے ہیں۔[14]

خوف کی تعریفات

---

[4] قاموس مترادفات ص566 (مادہ خطرہ)

[5] فیروز اللغات، ص601

[6] تاج العروس (مادہ خوف)

[7] ابو الحسن احمد بن فارس، مقاییس اللغۃ، ج2، ص230

[8] کتاب العین، ج4، ص312-313

[9] البقرۃ، 2:155

[10] الاحزاب، 33:19

[11] قاموس المحیط، (مادہ خوف)

[12] لسان العرب، ج9، ص99-100

[13] جمھرۃ اللغۃ، ص617

[14] المنجد، ص199

امام غزالی خوف کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں :عبارۃ عن تالم القلب واحتراقہ بسبب توقع مکروہ فی الاستقبال[15] (خوف درد دل اور باطنی تکلیف سے عبارت ہے جو آئندہ زمانہ میں کسی بری توقع کے سبب ہوتا ہے) ابن القیم نے خوف کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے :اضطراب القلب وحرکتہ عند تذکر الخوف[16] (خوف دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو ڈر کے تذکرہ سے دھڑکتا ہے) ابن قدامہ خوف کو یوں بیان کرتے ہیں : خوف دل کی اس المناکی اور جھلسانے کو کہتے ہیں جو کسی ناپسندیدہ چیز کے مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کے سبب ہوتا ہے۔[17] شریف الجرجانی نے تعریف کرتے ہوئے لکھاہے:

توقع حلال مکروہ او فوات محبوب[18]

(خوف کسی ناپسندیدہ کے ظہور ہونے اور پسندیدہ کے فوت ہونے کو کہتے ہیں) الاصفہانی یوں تعریف کرتے ہیں توقع مکروہ عن امارۃ مظنونۃ او معلوۃ[19] (کسی معلوم یا ماہوم ناپسندیدہ چیز کا ہوا طاری کرنا کہلاتا ہے) ابن مسکویہ تعریف یوں کرتے ہیں :الخوف بانہ توقع مکروہ وانتظار المحذور[20] (خوف ناپسندیدہ چیز کی توقع اور انتظار کرنا ہے) فی المعجم الفلسفی (صلیبا، جمیل)الخوف انفعال نفسانی یعرض عن تصور شر قریب الوقع[21] (خوف نفسیاتی عمل ہے۔

مظاہر الخوف

ایمانیات

انسانی اعمال کا محرک وہ بنیادی عقیدہ اور اساس ہے جس کی طاقت سے ہر شخص بارآور ہوتا ہے، تخمین کی جگہ یقین پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے جس سے بے عملی اور بے نظمی کو موقع نہیں ملتا انسان کا دل ودماغ ایک ٹھوس اور مضبوط اساس پر قائم ہوتا ہے، خوف الٰہی کا نظریہ پوری زندگی پر حاکم ہوتا ہے اسی سے تعمیر اور معیار کا طریقہ وضع کیا جاتا ہے،انسان کی عملی اصلاح پر اس کی قلبی اور ذہنی اصلاح مقدم ہے انسان کے دل اور ارادے پر کوئی چیز حکمران ہے تو وہ اس کا عقیدہ ہے، صحیح اور صالح اعمال کے لئے ضروری ہے کہ چند اصول ومقدمات کا ہم اس طرح تصور کریں کہ وہ دل کا غیر مشکوک یقین اور غیر متزلزل عقیدہ بن جائیں اسی صحیح یقین اور مستحکم عقیدہ کے تحت تمام کام انجام دیں ، ظاہری طور پر عقل ہماری راہنما نظر آتی ہے لیکن ہماری عقل بھی آزاد نہیں وہ ہمارے دلی یقین ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات سے جکڑی

---

[15] احیاء العلوم،ج4،ص135

[16] الجوزیہ ،ابن القیم ،مدارج السالکین بین منازل ایک نعبد وایاک نستعین، دار الکتاب العربی، بیروت ،لبنان ، طبع 1414ھ ،ج 1 ص508

[17] مختصر منہاج القاصدین

[18] التعریفات دار الریان للتراث ص60

[19] المفردات ص303

[20] تہذیب الاخلاق وتطہیر الاعراق، مکتبہ الثقافیۃ الدینیہ، القاہرہ مصر، طبع اولی، سن ندارد، ص 215

[21] صلیبا، جمیل، المعجم الفلسفی دار الکتب اللبنانی بیروت ج1 ص543

ہوئی ہے اس زنجیرِ عقل کے ذریعے ہم اپنے دلی خیالات، ذہنی جذبات اور اندرونی جذبات پر قابو نہیں پاسکتے اندر خوف اگر پنپ سکتا ہے تو صحیح دل یقینیات اور مضبوط ذہنی تصورات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔[22] اس ذہنی بنیاد کو قرآن کریم کی اصطلاح میں ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے، ایمان باب افعال سے مشتق ہے عربی صرف میں اس باب کی خصوصیت یہ ہے کہ کسی کام کو ایک مرتبہ کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے اس کا مادہ ا،م،ن امن سے مشتق ہے لغت کی رو سے محفوظ ہو جانا، دل مطمئن ہو جانے کے معنی میں آتا ہے اور انسان کے خیر و عافیت سے ہم کنار ہونے کو امن کہتے ہیں ایمان کا لفظ بطور فعل لازم استعمال ہو تو اس کا معنی امن پانا ہے اور جب بطور متعدی کے طور پر آئے تو اس کا معنی امن دینا ہوتا ہے۔[23] ایمان کے معنی تصدیق کرنے کے ہیں یعنی خبر دینے والے کے حکم کا یقین کرنا اس طرح حکم قبول کیا جائے اور بتانے والے کو سچا قرار دیا جائے، عموماً ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ جس پر ایمان لایا جائے اس کو تکذیب و مخالفت سے امن دے دیا جائے اس کے ساتھ کبھی حرف "باء" آتا ہے اور کبھی حرف "لام" کے ساتھ آتا ہے پہلی صورت میں یقین کے معنی دیتا ہے اور دوسری صورت میں اعتراف و تسلیم کے، جس سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کی بغیر اعتراف، تصدیق کا اعتبار نہیں اور کبھی بطور مجاز وثوق کے معنی میں بھی ایمان آتا ہے کہ وثوق کرنے والا امن میں ہو گیا اور قانونی طور پر نبی کریم ﷺ کی ان تعلیمات کی تصدیق کرنے کا نام ہے جن کے متعلق یہ معلوم ہو کہ یہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم ہے جس چیز کا تفصیلی علم اس کا تفصیلی طور پر اور جس چیز کا اجمالی علم ہے اس کا اجمالی طور پر تصدیق کرنا جمہور کا مذہب ہے۔[24]

ایمان اس تصدیق و یقین کا نام ہے جس کے خلاف کسی اور چیز کے راہ پانے کا خوف باقی نہ رہے جب ہم اس لفظ کو ایمان کی کمزوری پر محمول کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ بنتا کہ انسان پوری طرح مطمئن نہیں اس کے خلاف چیزوں کو پنپنے کا موقع مل سکتا ہے جس سے ذہن کمزور اور بے عملی کی کیفیت اور بے نظمی پیدا ہوتی ہے اور جب ایمان کا مضبوط ہو نامراد ہو تو اس کا معنی یہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا ذہن ایک ٹھوس اور مضبوط بنیاد پر قائم ہے اب اعتماد کے ساتھ اعمال ٹھیک ہوں گے تو اس ذہنی بنیاد پر جو اعمال صادر ہوں گے ان پر دل جمے گا اور انسانی اعمال درست سمت چل پڑھیں گے۔[25]

قرآن کریم نے ایمانیات کو اتنی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہیں ایمانیات کو یکجا،[26] کہیں اجزاء[27] اور کہیں جزء،[28] ایمانیات کو من حیث الکل ماننا ضروری ہے ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا کسی ایک کا انکار سب کا انکار تصور کیا جائے گا سب مل کر ایک نا قابل تجزیہ کل بناتے ہیں ایک کا انکار سب کے اقرار کو باطل

---

[22] سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ﷺ، مکتبہ اسلامیہ لاہور، طبع اکتوبر 21012، ج4 ص279

[23] ابن منظور افریقی، لسان العرب، ج23، ص13

[24] محمد علی کاندھلوی، معالم القرآن، ج1، ص24

[25] اصفہانی، المفردات، ص91

[26] البقرۃ2: 177

[27] البقرۃ2: 4-5

[28] الانعام6: 31

کردے گا قرآن کریم نے جو روحانی نظام وضع کیا ہے اس کی اساس دین ودنیا کو ملا کر وضع کی ہے اس نظام کی بقاء وحیات اس طاقت میں ہے جسے توحید کہا جاتا ہے اسی سے انسان کی روحانی، اخلاقی، عملی زندگی اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے نفع بخش زندگی کا ابدی تصور ظہور پذیر ہوتا ہے۔[29]

ایمان انسانی زندگی کا نقطہ انقلاب ہے جس کے ذریعے انسان مختلف تصورات کی بندگی اور غلامی سے آزاد ہوتا ہے اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی غلامی قبول کرکے تمام انسانوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑا ہو جاتا ہے ایمان کی ہی بدولت اونچا نصب العین حاصل ہوتا ہے اور اسی نصب العین سے انتشار واختلاف کی جگہ اخوت اور مودت کا بلند مقام حاصل ہوتا ہے۔[30]

عبادات

انسان توحید ربوبیت اور توحید معبودیت کے ادراک سے عبودیت کا شعور پاتا ہے تو پھر خوف الٰہی، خشیت الٰہی اور محبت الٰہی کے ساتھ مل کر انسانی حیات کا مقصد ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات شعور اور لاشعور کا حصہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا خوف پروان چڑھتا ہے تو خلوت، جلوت، عبادت، تجارت، سیاست ہر حال میں حب الٰہی غالب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا تمام محبتوں پر غالب آنا فطری تعلق کو بتاتا ہے تاکہ کوئی ابہام باقی نہ رہے۔﴿خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ﴾[31](وہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے، نہ ان پر سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)عبادات سے مراد وہ خاص اعمال ہیں جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی اور بندگی کرنے کے لئے کرتا ہے اور اس سے اس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور تقرب حاصل کرنا ہوتا ہے عربی زبان میں عبادات کو قربات[32] بھی کہتے ہیں تعبدی اعمال جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اپنے روحانی پہلو کی درستی اور ترقی کے لئے کئے جاتے ہیں اور صرف عبد ومعبود کے تعلق کو ظاہر کرتے ہیں،[33] عربی زبان میں عبودۃ، عبودیۃ اور عبدیۃ کے اصل معنی خضوع اور تذلل کے ہیں،[34] یعنی تابع ہو جانا کسی کے سامنے اپنے آپ کو اس طرح ڈال دینا کہ اس کے مقابلے میں کوئی مزاحمت یا انحراف نہ ہو اور وہ اپنے منشاء کے مطابق جس طرح چاہے خدمت لے اس کی تشریح کچھ یوں بھی کی جاسکتی ہے:

1۔ عبد وہ ہے جو کسی کی ملک ہو، غلام بنالیا ہو۔

2۔ عبادت اس اطاعت کو کہتے ہیں جو پوری فرمانبرداری کے ساتھ ہو۔

---

[29] النحل 97:16

[30] ظلال القرآن، ج1، ص238

[31] البقرۃ، 162:2

[32] التوبۃ 99:9

[33] محمد منظور نعمانی، دین وشریعت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، سن ندارد، ص135

[34] المفردات، ص542

3۔ کسی کی عبادت کا پرستار ہو جانا۔
4۔جب کسی کو کسی اور کے پاس جانے سے روک دیا جائے۔

اس لفظی تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "عبد "کا مفہوم کسی بالادستی وبرتری کو تسلیم کرکے اسکے مقابلہ میں اپنی آزادی اور خود مختاری سے دست بردار ہو جانا ہے،[35]عبادت خضوع اور عاجزی کی وہ انتہائی کیفیت ہے جس کا منشاء اور مصدر معبود کی انتہائی عظمت کا اعتقاد اور اس کی بے پناہ طاقت و قوت کا اعتراف ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے،[36]اللہ تعالیٰ کی بندگی اور فرمانبرداری عبدیت ہے اور عبدیت کی صفت کا اظہار ان چار چیزوں [37]سے ہوتا ہے، یہ چاروں عبادتیں صحیح طور پر ادا کی جائیں تو ان کا اثر پوری زندگی پر پڑتا ہے اور پھر پوری زندگی عبدیت والی زندگی بن سکتی ہے بشرطیکہ یہ صرف ظاہری اور رسمی نہ ہوں بلکہ اپنے ظاہر و باطن اور اپنے قلب و قالب میں نبی کریم ﷺ کے نماز روزہ زکوۃ حج سے کچھ نسبت رکھتی ہوں تو ان چاروں میں بڑی تاثیر اور بڑی جان ہے اور آج اگر نماز روزہ زکوۃ حج ہماری زندگیوں پر عملی اثر نہیں ڈال رہیں تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ بے روح اور بے جان ہیں۔[38]زندگی میں انسان کو قدم قدم آزمائشیں آتیں ہیں ان سے حیوانی اور شیطانی طریقہ سے بچتے ہوئے شعور اور تمیز پر کاربند رہنے کا نام خوف ہے، اسلام نے پوری زندگی کو عبادت قرار دیا ہے کہ انسان کی پوری زندگی عملًا اپنے تمام گوشوں کے ساتھ بن جائے کوئی آسان کام نہیں ہے،اس کے لئے زبردست ذہنی تربیت درکار ہے ، مضبوط کردار بنانا ہو گا عادات وخصائل کو خاص سانچہ میں ڈھلنا ہو گا ،یہی عبادت ایک انسان کی ذہنی تربیت کا لازمی نصاب ہے ،مؤمن مطلوب کے کردار کی تشکیل ، منظّم عادات وخصائل کا پختہ سانچہ بناتی ہیں عبادات کو ارکان بھی کہتے ہیں رکن کی جمع ہے اس ستون کو کہتے ہیں جس پر عمارت کی بقاء ہے، یہی وہ ستون ہیں جن پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے اور قائم رہتی ہے،[39]قرآن کریم نے انسان کو اس کی ذمہ داریاں بھی بتائی ہیں اور اس کی تفصیلات بتا کر اس کی اصلاح کردی ہے اس طرح قرآن کریم نے انسان کی خوبیاں بھی بتائی ہیں اور انسان کے اندر جو کمزوریاں ہیں ان کی بھی نشان دہی کی ہے تاکہ دنیاوی قوتوں کے مقابلے میں اسے اپنی کمزوریوں کا ادراک رہے تبھی اس کو اپنی حدود وقیود کا ادراک ہو گا۔[40] اسلام نے عبادات کے نظام کو دو طرح متعارف کرایا ہے ایک کو بدنی عبادت قرار دیا اور دوسرے کو مالی عبادت ، دونوں کو شعوری اعتبار سے اتنا پر اثر بنایا کہ ہر فرد اس کی افادیت کو اپنی ذاتی زندگی ، معاشرتی زندگی میں محسوس کرتا ہے پھر اسی سے حوصلہ پا کر اپنی ذہنی تطہیر کا باعث

[35]ابوالاعلیٰ مودودی، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحات ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ایڈیشن مئی 2066، ص99-101
[36] قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی، قاموس القرآن، دارالاشاعت، کراچی، طبع 2011، ص346
[37]ارکان اربعہ نماز روزہ، زکوۃ، حج مراد ہیں۔
[38] دین و شریعت، ص168
[39]ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر، اسلامک پبلیکیشنز، طبع اپریل 2016، ص7-14
[40]ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات شریعت، الفیصل ناشران لاہور، طبع 2009، ص210-211

ہوتا ہے اور پھر یہی تطہیر دین و دنیا کی فلاح کا باعث ہوتی ہے اسلام کا عباداتی نظام انسان کے لئے شجر سایہ دار کا سا کردار ادا کرتا ہے ایسا درخت ہے جو ضرورت کے وقت اس کے لئے بچاؤ اور ہتھیار بھی بنتا ہے۔

تصور مسؤلیت

قرآن کریم کے نظام حیات میں ایک بنیادی عنصر جوابدہی کا تصور بھی ہے یہی تصور افکار واعمال کو پاکیزہ بھی رکھتا ہے یہ تصور مفصل فکری نظام پر مشتمل ہے کائنات کا موجودہ طبعی وفطری نظام ختم ہونے کے بعد اس کی جگہ نیا نظام قائم ہوگا جس میں اچھے اور برے اعمال کے نتائج ظاہر ہوں گے،[41] اس تصور کا اثر انسانی زندگی کے بہت سے فکری و عملی پہلوؤں پر بہت گہرا ہوتا ہے اس تصور کے بغیر لوگوں میں فکری و عملی ناپختگی اور کجی رہتی ہے ،بندہ مومن کے متوازن ہونے کا اصل سبب اسی تصور مسؤلیت کو قرار دیا جاسکتا ہے اسی تصور سے انسانی مزاج کو کو پختہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ کسی خارجی دباؤ کے بغیر صحیح فکر اور صحیح عمل پر گامزن رہے اسی تصور سے انسان محتاط اور ذمہ داری محسوس کرتا ہے۔ تصور مسؤلیت اصل میں اپنے مومنانہ معیار کے تسلسل کو جانچنے اور بلند کرنے کا نام ہے نیکی تو کرتے ہیں لیکن اس نیکی کے باوجود بھی ہم خطاؤں اور معصیتوں میں کتنے آلودہ ہوتے ہیں گویا کی نیکی کے تھیلے میں سوراخ کرنے والے ہیں اور یہ سب کچھ اگر ہماری نظروں سے اوجھل رہتا تو پھر ہماری نیکی کا معیار ناقص ہے، نقص کی بنیاد پر اگر دل میں شرمندگی ہوتی ہے تو جواب دہی کا خوف بے حال کردیتا ہے تو سمجھ لیں ہم نے اس تصور اور نظریہ کو سمجھ لیا ہے لیکن اگر ہمیں معمولی نیکیاں اور معمولی عبادتیں بھی بہت بڑی بڑی محسوس ہوتی ہوں تو یہ خود فریبی ہے خود احتسابی نہیں ہے۔

(الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى)[42]

(ان لوگوں کو جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، البتہ کبھی کبھار پھسل جانے کی بات اور ہے۔ یقین رکھو تمہارا پروردگار بہت وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، لہٰذا تم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ، وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے)

اس دن کی شرمندگی اگر یاد رہے تو پھر دنیاوی شرمندگی خطر میں نہیں لائے گا اپنی حالت بہتر سے بہتر کرنے کا احساس جاں گزیں رہے گا۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ)[43]

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے)

---

[41] الزلزال 99: 7-8

[42] النجم، 53: 32

[43] الحشر، 59: 18

(لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ)[44]

(اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا، اس کو فائدہ بھی اسی کام سے ہو گا جو وہ اپنے ارادے سے کرے، اور نقصان بھی اسی کام سے ہو گا جو اپنے ارادے سے کرے۔ (مسلمانو اللہ سے یہ دعا کیا کرو کہ) اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمایئے۔ اور اے ہمارے پروردگار ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالیے جیسا آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اور اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو، اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمایئے، ہمیں بخش دیجیے اور ہم پر رحم فرمایئے۔ آپ ہی ہمارے حامی و ناصر ہیں، اس لیے کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں نصرت عطا فرمایئے)

ہر فرد اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہو گا اپنا اعمال نامہ لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو گا اور وہی کچھ اس کے ساتھ ہو گا جو اس نے کمایا ہو گا یا جس کا ارتکاب کیا ہو گا کوئی بہانہ چلے گا اور نہ کوئی مدد کر سکے گا کسی سفارش کی امید بھی نہیں کی جا سکتی، ہر مؤمن کی ذات کے ساتھ حقوق اللہ وابستہ ہیں وہ اس کے بارے میں ہر قسم کی دھونس اور فساد کا مقابلہ کرتا ہے تو ذاتی طور پر ان حقوق کا جواب دہ بھی ہے اگر وہ اللہ کے حقوق کی مدافعت کرتا ہے تو پھر یہ سمجھ لینا ہو گا کہ صرف ذاتی حیثیت ہی مراد نہیں ہے اجتماعی ذمہ داری کو بھی پورا کرنا بھی از بس ضروری ہو گا، لہٰذا اعمال نامہ میں اجتماعی معاملات کی کارکردگی اور کوتاہی بھی درج ہو گی۔[45]

﴿وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا﴾[46]

(اور ہر شخص (کے عمل) کا انجام ہم نے اس کے اپنے گلے سے چمٹا دیا ہے۔ اور قیامت کے دن ہم (اس کا) اعمال نامہ ایک تحریر کی شکل میں نکال کر اس کے سامنے کر دیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ (کہا جائے گا کہ) لو پڑھ لو اپنا اعمال نامہ! آج تم خود اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہو)

حدود کا نفاذ

حد کی جمع حدود ہے قرآن کریم میں یہ لفظ واحد کے طور پر استعمال نہیں ہوا بلکہ جمع استعمال ہوا ہے، اس کا لغوی معنی امام راغب اصفہانی نے یہ کیا ہے:

الحد الحاجز بین الشیئین دو چیزوں کے درمیان حد فاصل قائم کرنا ہے،[47] اسلام میں حدود و تعزیرات کو بطور انتقام جاری نہیں کیا

---

[44] البقرۃ، 286:2

[45] ظلال القرآن، ج1، ص525-526

[46] بنی اسرائیل، 13:17، 14

[47] المفردات، ص221

جاتا بلکہ حدود شریعت کے نفاذ کا مقصد نظام کے احتلال کو روکنا، مظلوم کی حمایت، شہریوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا، سماج دشمن عناصر کے دل میں خوف پیدا کر کے انہیں ایسی تمام حرکات سے باز رکھنا ہے جن کے باعث اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد جنم لیتا ہے اور معاشرے میں اخلاقیات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، شاہ ولی اللہ نے حدود کے فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بعض معصیات کے ارتکاب پر شریعت نے حدود مقرر کی ہے یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، تمدن میں خلل پیدا ہوتا ہے معاشرے کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا ہے اور وہ معاصی کچھ اس طرح کے ہوتے ہیں کی ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے محض آخرت کا خوف دلانا، نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ ضروری ہے کہ عبرتناک سزا مقرر کی جائے تاکہ اس کے مرتکب کو معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور معاشرے کے دیگر افراد کے لئے بھی عبرت کی جگہ بن جائے۔[48]

(الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ)[49]

(زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگائے، اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو اللہ کے دین کے معاملے میں ان پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے۔ اور یہ بھی چاہیے کہ مومنوں کا ایک مجمع ان کی سزا کو کھلی آنکھوں دیکھے)انسانی فطرت طبعاً جرم کو ناپسند کرتی ہے اور جرم کرنے والوں کو عبرتناک سزا دے کر خوف پیدا کر کے معاشرہ میں امن کو قائم کیا جانا ضروری ہے تاکہ معاشرہ درندوں کی آماجگاہ نہ بن سکے، حدود کا نفاذ معاشرہ کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ مالی خوشحالی اور افزائش رزق کا باعث بھی ہوتا ہے زمین خزانے اگلتی اہے آسمان سے باران رحمت کا نزول ہوتا۔

(وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُقْتَصِدَةٌ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ)[50]

(اور اگر وہ تورات اور انجیل اور جو کتاب (اب) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کی ٹھیک ٹھیک پابندی کرتے تو وہ اپنے اوپر اور اپنے پاؤں کے نیچے ہر طرف سے (اللہ کا رزق) کھاتے۔ (اگرچہ) ان میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی بھی ہے، مگر ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہی ہیں کہ ان کے اعمال خراب ہیں)

قرون اولیٰ کے لوگوں کے دل و دماغ میں زندہ حقیقت کی صورت میں تقویٰ چوکیدار کی طرح تھا جو ہر وقت بیدار رہتا تھا وہ انہیں حدود جرم سے دور بھی رکھتا اور ساتھ ساتھ انسانی فطرت اور انسانی جذبات بھی تھے اسلامی عبادات کے نتیجے میں تقویٰ اور اللہ کا خوف موجود تھا دونوں کے باہم تعاون اور ہم آہنگی کے نتیجے میں اور پاک صاف شریعت کی موجودگی میں ایک صالح تصور زندگی اور نظام زندگی نے جنم لیا جس میں لوگوں کا طرز عمل اور فکر بھی صالح تھی اگر کسی سے غلطی کا

[48] شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، مکتبہ سلفیہ لاہور، طبع 1975، ج2، ص58

[49] النور، 2:24

[50] المائدۃ، 66:5

صدور ہو گیا،[51] تو اس کا ایمان اس کے لئے نفس لوامہ بن گیا اور اپنے ضمیر کی چھبن سے خوفناک خیالات کو جھٹک دیا اور اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کر دیا تاکہ اللہ کے غضب سے بچ سکے یہی خداخوفی ہے۔

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾[52]

(بیشک ہم نے تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔ تمام نبی جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، اسی کے مطابق یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اور تمام اللہ والے اور علماء بھی (اسی پر عمل کرتے رہے) کیونکہ ان کو اللہ کی کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا، اور وہ اس کے گواہ تھے۔ لہٰذا (اے یہودیو) تم لوگوں سے نہ ڈرو، اور مجھ سے ڈرو، اور تھوڑی سی قیمت لینے کی خاطر میری آیتوں کا سودا نہ کیا کرو۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ کافر ہیں)

کسی کے ڈر کی وجہ سے شریعت کے نفاذ میں سستی نہیں ہونی چاہئے، اسلامی شریعت کو تو مانتے سبھی ہیں لیکن اس کا نفاذ نہیں چاہتے کیونکہ اس کے نفاذ سے ان کے مفادات پر زد پڑتی ہے اور ان کی وابستگی ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جن کے اوپر شریعت کے احکام بہت بھاری ہوتے ہیں اور اسلامی شریعت کے نفاذ وقیام سے پریشان ہوتے ہیں لیکن جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے پابند ہوتے ہیں وہ صرف اسی سے ڈرتے ہیں لوگوں سے نہ ڈرتے ہیں اور نہ دبتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اس بات کا لائق شان سمجھتے ہیں کی اسی سے ڈریں اور خوف کھائیں۔[53]

کسب حرام کی ممانعت

قرآن کریم نے اسلام اور معیشت کے مابین روز اول سے ہی ایک گہرا اور قریبی تعلق پیدا کیا ہے ہر نبی اور رسول نے اللہ تعالیٰ کی ہدایات جو انسان کی معاشی زندگی اور معاشی سرگرمی کے بارے میں تھی ان تک پہنچادیں اور معاشی زندگی کو منضبط بنایا۔

﴿يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ)[54]

(اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں میں سے (جو چاہو) کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، مجھے اس کا پورا پورا علم ہے)

قرآن کریم کے نظام معیشت میں مال بذات خود مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود کا ذریعہ ہے اس لئے وہ غیر ضروری آویزش کو پسند نہیں کرتا اور وہ طور اطوار جو قانون الٰہی سے متعارض ہوں تو ان میں اصلاح کرکے تبدیلی کرتا ہے تاکہ احکامات کو معاشی مسائل، اقتصادی مشکلات اور روز مرہ زندگی کی تفصیلی احکام مرتب اور منضبط کئے جائیں جن پر بے

---

[51] واقعہ ماعز اور غامدیہ کی طرف اشارہ ہے۔

[52] المائدۃ، 5:44

[53] ظلال القرآن، ج2، ص529

[54] المومنون، 23:51

خوف کو کر عمل کیا جاسکے، کیونکہ قرآن کریم کے تصور مال میں تعبدی پہلو پایا جاتا ہے تاکہ معاشی سرگرمیوں کو خالص عباداتی تناظر میں دیکھا جائے۔

﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[55] (اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ، اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس سے غرض سے لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہڑپ کرنے کا گناہ کرو) کسی قاضی کے فیصلہ سے حرام حلال نہیں ہو جاتا اور نہ حرام حلال ہوتا ہے اس کی حیثیت صرف فیصلہ کے نافذ ہونے کی ہے اور گناہ دھوکہ باز کے ذمہ ہوتا ہے، مالی معاملات میں بھی معاملہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ کے سپرد کر دیا جاتا ہے کیونکہ اسلامی نظام حیات کے جسم اجتماعی کے مختلف اجزاء ہیں اور سب کی روح تقویٰ ہے یہ تمام اجزاء تقویٰ کی مضبوط رسی سے بندھے ہوئے ہیں۔[56]

اسلام نے اپنے اقتصادی نظام کو سچائی کی اساس پر قائم کیا ہے اس لئے انسانوں کے لئے کچھ حدود و قیود واضح طور پر متعین کر دیں ہیں تاکہ ہر وہ کام جو شریعت سے متصادم اور متضاد ہو وہ کالعدم ہوں گے خلاف شریعت کسی اصول واخلاق کی کوئی گنجائش نہیں سب کے سب ظلم وعدوان ہو گا، اللہ تعالیٰ کسی صورت اس کو قبول نہیں کرتا کیونکہ کائنات میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی جاری وساری ہے انسان نائب ہے اس کے لئے پابندی ضروری ہے کیونکہ وہ دولت کا مالک نہیں بلکہ صرف تصرف کرسکتا ہے یہی وجہ ہے کی انفاق فی سبیل اللہ میں بھی اسراف اور تعدی وظلم سے تجاوز کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جو چیزیں جائز ہیں ان سے انتفاع اور تلذذ اگر اسراف کے درجہ میں ہو تو وہ بھی ممنوع ہے، ضروریات زندگی کو بھی خاص دائرے اور اعتدال میں رکھنا لازم ہے، سود خوری ایک ایسا عمل ہے جو قرآن کریم کے تصور سے متصادم ہے کیونکہ اس میں کوئی اصول واخلاق نہیں ہوتا اور اس نظام کی زد میں آنے والی ساری اقوام اخلاقی، نفسیاتی، اور اعصابی اعتبار سے زمین بوس ہو جاتی ہیں۔[57] ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾[58] (اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیرے یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔ اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آ جاؤ گے؟)

---

[55] البقرۃ، 188:2

[56] ظلال القرآن، ج1، ص264

[57] ظلال القرآن، ج1، ص482-487

[58] المائدۃ، 91،90:5

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾[59]

(اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے) اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین جانو اللہ تم پر بہت مہربان ہے)

ناحق طریقوں سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جو خلاف شریعت واخلاق ہوں، لین دین نہ تو کسی ناجائز دباؤ سے ہو اور نہ فریب ودغا سے، رشوت، سود میں بظاہر رضامندی ہوتی ہے مگر حقیقت میں وہ رضامندی مجبوراً نہیں ہوتی بلکہ دباؤ کا نتیجہ ہوتی ہے، جوئے میں بھی بظاہر رضامندی ہوتی ہے مگر جوئے میں حصہ لینے والا اس غلط امید پر رضامند ہوتا ہے کہ جیت اس کی ہوگی، ہارنے کے ارادے سے کوئی بھی راضی نہیں ہوتا، جعلی اور فریب کے کاروبار میں بھی بظاہر رضامندی ہوتی ہے مگر اس غلط فہمی کی بنا پر ہوتی ہے کہ فریب نہیں ہوگا،[60] اسی طرح تجارت کے نام پر جوا، سٹہ یا محض ذہنی آسودگی پر کیا گیا سودا حرام اور باطل قرار پاتا ہے، اسی طرح اموال میں موہوم اشیاء کی بھی کوئی حقیقت نہیں بلکہ دھوکہ ہے جسے باطل قرار دیا گیا ہے[61]، اموال کی اہمیت کے پیش نظر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء[62]

(ایک سچا اور دیانت دار تاجر روز قیامت انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دیانت دار تاجر اور سچا تاجر جو شریعت کے احکام کے مطابق تجارت کرتا ہو، قرآن وحدیث کی ہدایات کی پابندی کرتا ہو اور وہ اپنے طرز عمل سے اسلامی معاشرہ میں اسلامی احکامات کی ترویج کا باعث ہوتا ہے اور مقاصد شریعت کی تکمیل میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔[63]

مال ودولت کو جسد ملی کے لئے خون کی طرح ضروری خیال کیا جاتا ہے ایک انسان کو زندگی کے لئے خون کی گردش لازمی ہے اسی طرح جسد ملی کے لئے مال ودولت کی گردش ناگزیر ہے اگر معاشرہ سے پوری دولت نچوڑ لی جائے تو ریاست کا وجود باقی نہیں رہے گا۔

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾[64]

(اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔)

---

[59] النساء، 29:4
[60] تفہیم القرآن، ج1، ص345
[61] معارف القرآن، ج2، ص380
[62] ترمذی، (ح104)
[63] ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات معیشت وتجارت، الفیصل ناشران، لاہور، طبع2010، ص232-233
[64] الحشر، 7:59

مال وہ چیز ہے جس کے ساتھ لوگوں میں بقا حاصل ہوتی ہے اس لئے مال و دولت صرف دولت مندوں کے درمیان گردش نہ کرے یعنی ارتکاز دولت نہ ہو، وراثت کی تقسیم، انفاق واجبہ، انفاق نافلہ سبھی گردش دولت کی بنیادیں ہیں۔

آہ وبکاء مظاہر خوف میں سب سے بنیادی عنصر آنکھوں سے آنسوؤں کا چھلکنا ہے یہ تمام مظاہر میں سب سے نمایاں مظہر ہے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے یا دلی رنج وغم کی کیفیت سے آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا آہ وبکاء کہا جاسکتا ہے، یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، ہیبت ہر ایک وجود عنصری پر غالب ہے لہٰذا بندہ مومن پر لازم ہے کی جب جب وہ قرآن کریم کی تلاوت کرئے اور آیات ربانی کو سننے تو اس کے دل ودماغ میں خشوع وخضوع کا مظاہرہ اس طرح ہو کہ اس کی آنکھوں سے پانی امڈ آئے، اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ایمان واعتقاد کی صحت وسلامتی کی علامت ہوتا ہے، تلاوت کے دوران جب آیات عذاب، آیات احوال واحوال قیامت، آگ کی شدت اور متعدد دنیاوی امتحانات اور آزمائش اس کی نظر سے گزریں تو فطری محبت و تعلق جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے ساتھ ہے ان آیات کو پڑھ کر یا سن کر اس کی آنکھوں سے آنسو کا نکلنا اللہ کے ساتھ اس کے ایمان واعتقاد کی مضبوطی کا مظہر ہوتا ہے۔

(وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ) [65]

(اور جب یہ لوگ وہ کلام سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو چونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہوتا ہے، اس لیے تم ان کی آنکھوں کو دیکھوگے کہ وہ آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں۔ (اور) وہ کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں، لہٰذا گواہی دینے والوں کے ساتھ ہمارا نام بھی لکھ لیجیے)

قرآن کریم سچا شعور پیدا کرتا ہے، شدید احساس جگاتا ہے اس شعور واحساس کو قبول کرکے اپنے ایمان ویقین کا اعلان کرتے ہیں۔ [66]

﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾ [67]

(اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کے دلوں کی عاجزی کو اور بڑھا دیتا ہے) جو قرآن کریم سنتے ہیں ان پر خوف طاری ہو جاتا ہے ان کے احساسات کے اندر جو چیز ان کو چھبتی ہے وہ اس کا اظہار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اللہ کے وعدوں کے سچا ہونے کا بھی احساس کا اظہار کرتے ہیں۔ [68] نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سبعة يظلهم الله يوم لا ظل الا ظله رجل يذكر الله ففاضت عيناه [69]

(سات افراد جن پر اللہ سایہ کرئے گا اس دن جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا ان میں سے ایک وہ آدمی ہے جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں)

---

[65] المائدۃ، 5:83

[66] ظلال القرآن، ج2، ص636

[67] بنی اسرائیل، 17:109

[68] محمد منظور نعمانی، دین وشریعت، مجلس نشریات اسلام، کراچی، سن ندارد، ص135

[69] بخاری، کتاب الرقاق (ح6479)

ایک انسان رقیق القلب بھی ہے اور اللہ کا خوف بھی آتا ہے تو پھر آنکھوں سے جو پانی جاری ہوتا ہے تو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اگر اس کے رخسار پر بہہ جاتا ہے ذلت وندامت اس تک نہیں پہنچے گی اور اس کے اعمال میں وزن پیدا کرتا ہے اور اجر وثواب کا باعث ہوتا ہے اور وہ آنسو جو اللہ کے خوف سے نیچے گرتے ہیں تو اللہ جسے چاہتا ہے جہنم کی آگ سے بچالیتا ہے اگر ایک شخص بھی امت میں سے اللہ کے خوف سے سسکیاں لے کر رو پڑا تو اللہ تعالیٰ اس کے آہ وزاری کی وجہ سے پوری امت پر رحم کرتا ہے۔[70]

آہ وبکاء کے باعث نکلنے والے آنسو متعدد نوعیت کے حامل ہوتے ہیں ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے:

1۔ رحمت کے آنسو

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا﴾[71]

(آدم کی اولاد میں سے یہ وہ نبی ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا، اور ان میں سے کچھ ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا، اور کچھ ابراہیم اور اسرائیل (یعقوب (علیہ السلام)) کی اولاد میں سے ہیں۔ اور یہ سب ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی، اور (اپنے دین کے لیے) منتخب کیا۔ جب ان کے سامنے خدائے رحمن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تو یہ روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے)

تلاوت آیات کی وجہ سے جب وجدان میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے، اثر اس قدر ہوتا ہے کہ اس کے اظہار کو موقع نہیں ملتا کہ جس سے احساسات کا اظہار کر سکیں تو آنسوؤں کے ساتھ سجدے میں گر کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔[72]

2۔ خوف کے آنسو

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

لا يلج النار رجل بكىٰ من خشية الله حتى يعود اللبن فى الضرع ولا يجتمع غبار فى سبيل الله ودخان جهنم[73]

(اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا دوزخ میں داخل نہیں ہو گا جب تک دودھ تھن میں واپس نہ چلا جائے اور اللہ کی راہ میں پہنچنے والی گرد وغبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتا)

3۔ محبت کے آنسو

﴿وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا﴾[74]

---

[70] الحسن بن یسار، الزھد، دار الحدیث، قاہرہ مصر، ص138

[71] مریم، 58:19

[72] ظلال القرآن، ج4، ص562

[73] ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، (ح1683)

[74] بنی اسرائیل، 109:17

(اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں اور یہ (قرآن) ان کے دلوں کی عاجزی کو اور بڑھا دیتا ہے)

4۔ خوشی کے آنسو:

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ امرنی ان اقراء علیك لك لم یكن الذین كفروا قال سمانی قال نعم فبكیٰ[75]

(اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں **لم یکن الذین کفروا** پڑھ کر سناؤں حضرت ابی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے میر انام لیا ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں اس پر حضرت ابی بن کعب رو پڑے)

5۔ تکلیف کے آنسو:

نبی کریم ﷺ کے بیٹے جناب ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانابفراقك یا ابراهیم لمحزونون[76]

6۔ غم کے آنسو:

﴿وَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاأَسَفَا عَلَى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ﴾[77]

(اور (یہ کہہ کر) انہوں نے منہ پھیر لیا، اور کہنے لگے: ہائے یوسف! اور ان کی دونوں آنکھیں صدمے سے (روتے روتے) سفید پڑ گئی تھیں، اور وہ دل ہی دل میں گھٹے جاتے تھے)

7۔ ضعف کے آنسو

(وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى)[78]

(اور یہ کہ وہی ہے جو ہنساتا اور رلاتا ہے)

8۔ منافقت کے آنسو:

(وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ)[79]

(اور رات کو وہ سب اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچ گئے)

آثار الخوف

خوف کے آثار اور ثمرات دو طرح ہیں ایک دنیوی آثار اور دوسرے اخروی آثار۔

دنیاوی آثار

---

[75] بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب مناقب ابی بن کعب، مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافین قصرھا، باب استحباب قرآۃ القرآن علی اھل الفضل۔۔۔۔(ح799)، ترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب اھل بیت النبی ﷺ (3792)

[76] بخاری کتاب الجنائز، باب قول النبی ﷺ انا بك لمحزونون (ح1303)

[77] یوسف، 84:12

[78] النجم، 43:53

[79] یوسف، 16:12

خوف کی سب سے بڑی اہمیت اور فضیلت یہ ہے کہ بندہ مؤمن اپنے رب کی رضامندی اور خوشنودی چاہتا ہے اور اسے پانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، یہ فضیلت اسے کبھی غور وفکر سے حاصل ہوتی ہے، کبھی گردوپیش میں نشانیاں نظر آتی ہیں تو عبرت حاصل کرتا ہے کبھی نافرمانیاں معلوم ہونے پر ان نافرمانیوں پر دنیاوی سزا وارد ہونے کی سرگذشت بھی نظر آتی ہے لیکن خوف کی سعادت اور اصل غایت اور مقصود اللہ تعالیٰ کا قرب اور ملاقات ہے جو کہ ایک اخروی معاملہ ہے لیکن دنیاوی اعمال واحوال، عبادات وطاعات سب کچھ اعانت کرتے ہیں جو اس ظاہری نتیجہ کے لئے اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کاذریعہ بنتا ہے اللہ تعالیٰ کی محبت دنیا میں اس کے ساتھ تعلق وواسطہ مضبوط کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔خوف اصل میں طاعات کے قیام سے حاصل ہوتا ہے، معاصی اور برائی کے اجتناب میں ہی مضمر ہے جب کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو یاد کرئے یا ہمارے ذہنوں میں معمولی سا بھی ہیولہ گزرے تو خوف کے مارے ہمارے اوسان خطا ہوجاتے ہی اور ہم تمام ان چیزوں سے بچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا باعث ہوتے ہیں ہم ان سے سے بچنے کی شعوری کوشش کرتے ہیں یہی وہ اصل خوف کے اثرات ہیں جو ہمارے ذہنوں میں ثبت ہوتے ہیں۔[80] دنیاوی آثار متعدد اعمال سے مقید ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔اللہ تعالیٰ کاڈر اور خوف کے اثرات انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف توجہ مرکوز کرنے کی ہمت دلاتا ہے۔

﴿وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ﴾[81]

(اور اپنے رب کا صبح وشام ذکر کیا کرو، اپنے دل میں بھی، عاجزی اور خوف کے (جذبات کے) ساتھ اور زبان سے بھی، آواز بہت بلند کیے بغیر! اور ان لوگوں میں شامل نہ ہوجانا جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں)

2۔اللہ کے خوف کالازمی نتیجہ اور اثر یہ ہے کہ انسان خواہشات نفس کو معصیات وسیئات سے محفوظ رکھتا ہے۔

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى﴾[82]

(لیکن وہ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا تھا اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکتا تھا۔تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگی)

3۔اللہ تعالیٰ کے خوف کا بڑا اثر یہ ہوتا ہے کہ کلام اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط بناتا ہے۔

﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلاَّ مَا يُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ﴾[83]

(میں تو کسی اور چیز کی نہیں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی اگر کبھی میں اپنے رب کی نافرمانی کر بیٹھوں تو مجھے ایک زبردست دن کے عذاب کا خوف ہے)

---

[80] اتحاف السادۃ المتقین، ج11 ص407-408

[81] الاعراف، 7:205

[82] النازعات، 79:40، 41

[83] یونس 10:15

4۔اللہ کا خوف التزام اوامر اور اجتناب نواہی کی بنیاد ہے۔

﴿لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[84]

(تاکہ وہ یہ جان لے کہ کون ہے جو اسے دیکھے بغیر بھی اس سے ڈرتا ہے پھر جو شخص اس کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا وہ دردناک سزا کا مستحق ہو گا)

5۔اللہ تعالیٰ کا خوف حقوق پورا کرنے کی اساس ہے۔

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾[85]

(یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن کا خوف دل میں رکھتے ہیں جس کے برے اثرات ہر طرف پھیلے ہوں گے)

6۔اللہ کے خوف ہی کی بدولت آخرت کی تیاری ہوتی ہے۔

﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْآخِرَةِ ذَلِكَ يَوْمٌ مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ وَذَلِكَ يَوْمٌ مَشْهُودٌ﴾[86]

(اور جو بستیاں ظالم ہوتی ہیں، تمہارا رب جب ان کو گرفت میں لیتا ہے تو اس کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے۔ واقعی اس کی پکڑ بڑی دردناک، بڑی سخت ہے۔ ان ساری باتوں میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ وہ ایسا دن ہو گا جس کے لیے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا، اور وہ ایسا دن ہو گا جسے سب کے سب کھلی آنکھوں دیکھیں گے)

7۔اللہ تعالیٰ کا خوف کثرت طاعات کا سبب اور واسطہ بنتا ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾[87]

(حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے پروردگار کے رعب سے ڈرے رہتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے۔ اور وہ جو عمل بھی کرتے ہیں، اسے کرتے وقت ان کے دل اس بات سے سہمے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے پروردگار کے پاس واپس جانا ہے۔ وہ ہیں جو بھلائیاں حاصل کرنے میں جلدی دکھا رہے ہیں، اور وہ ہیں جو ان کی طرف تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں)

8۔اللہ تعالیٰ کا خوف گناہ کبیرہ سے بچائے رکھتا ہے۔

﴿لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَاْ بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾[88]

---

[84] المائدۃ 94:5

[85] الدھر 7:76

[86] ھود، 102:11،103

[87] المومنون، 23:57۔61

(اگر تم نے مجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا تب بھی میں تمہیں قتل کرنے کو اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں)

یہ وہ آثار ہیں جو ہمیں دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہیں خوف ہی ایسا عنصر ہے جو زندگی کے تمام لوازمات اور جسم و عقل کی سلامتی حاصل ہوتی ہے،خوف انسان کے اعضاء و جوارح کو ایک خاص ترتیب میں رکھتا ہے دل میں مسکنت اور انکساری پروان چڑھاتا ہے کبر، حسد سے بچائے رکھتا ہے،آنے والی مشکلات پر خوف کی وجہ سے صبر سکھلاتا ہےاور انجام کے خطرہ سے آگاہ کرتا ہےاور کسی بھی حالت میں انسان سے جد انہیں ہوتا ، مراقبہ،[89] محاسبہ،[90] مجاہدہ[91] لازمی امور ہیں جن سے انسان خود احتسابی کرتا ہےاس کی مثال اس درندے کی سی ہے جو نقصان پہنچاتا ہے تو پھر کیا کوئی اس سے کوتاہی برتے گا تو وہ اس کو زخمی کردے گا یا ہلاک کردے گا اس سے بچاؤ صرف یہ ہے کہ ہمہ وقت اس کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہا جائے مراقبہ و محاسبہ ایک انسان کی قوت خوف پر منحصر ہے اور قوت خوف معرفت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی جلالت شان اس کی صفات قدسیہ کے تصور سے پیدا ہوتی ہیں ،انسان اپنی کمی کوتاہی اور عیوب پر جتنا کڑھے گا خوف کا تصور اتنا ہی مضبوط ہوگا۔[92]

اخروی آثار

آخرت میں ایک بندہ مؤمن کو خوف الٰہی کے ثمرات جو متحقق ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں :

1۔خوف کی بدولت آخرت میں اہم مقام حاصل ہوگا۔

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾[93]

(اور جو شخص (دنیا میں) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا تھا اس کے لئے دو باغ ہوں گے)

2۔اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت مرتب ہوگی۔

﴿وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ﴾[94]

(اور جب موسیٰ کا غصہ تھم گیا تو انہوں نے تختیاں اٹھالیں، اور ان میں جو باتیں لکھی تھیں، اس میں ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت کا سامان تھا جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں)

---

[88] المائدۃ 28:5

[89] غور و فکر کی مشق جس کے لئے آداب مقرر ہوں۔

[90] اپنی ذات میں غور و فکر کرکے بہتری کی تدابیر اختیار کرنا۔

[91] اللہ کے حکم پر قائم رہتے ہوئے سنت کے مطابق کوشش کرنا۔

[92] منہاج القاصدین، ص384

[93] الرحمٰن، 46:55

[94] الاعراف، 154:7

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں ان پر اپنے رب کی طرف سے رحمت ہوتی ہے جس سے وہ اپنے دامن بھر لیتے ہیں در حقیقت اللہ تعالیٰ کا ڈر انسانی کامیابی کی علامت ہے۔

3۔ خوف ہی کی بدولت آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو گی۔

﴿جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ﴾[95]

(ان کے پروردگار کے پاس ان کا انعام وہ سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے خوش ہو گا اور وہ اس سے خوش ہونگے۔ یہ سب کچھ اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار کا خوف دل میں رکھتا ہوں) کوئی مومن خالص ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دل میں خوف کا چراغ نہ جلے یہ خوف ہی ایمان کی حقیقت بتلاتا اور سمجھتا ہے خائف کا دل جوارح پر اثر انداز ہوتا ہے، جو شخص بے خوف ہو کر اور دیدہ دلیری سے دنیا میں نہیں رہا بلکہ دنیا میں قدم قدم پر اس بات سے ڈرتا رہا کہ کہیں کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جائے جو اللہ کے ہاں پکڑ کا سبب نہ بن جائے، خشیت الٰہی کامیابی علامت ہے اور خشیت الٰہی کا موجود ہونا بہت بڑی حقیقت ہے کی جس سے انسان برائی سے بچ کر اخروی نجات حاصل کر سکتا ہے۔

4۔ مجاہدہ سے کامیابی ملتی ہے۔

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾[96]

(اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی ہے، ہم انہیں ضرور بالضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں گے، اور یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے)

مجاہدہ مخالف طاقت کا مقابلہ ہوتا ہے ایک مومن کی دنیاوی زندگی اس کش مکش سے عبارت ہے، اپنے نفس سے بھی لڑتا ہے ،خواہشات سے بھی لڑتا ہے، جب خطرہ مول لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دستگیری و رہنمائی کرتا ہے اور وہ ساری راہ کھول دیتا ہے جو قدم بقدم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طرف آتی ہیں۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾[97]

(اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے قدم جما دے گا)

مؤمن کو اس نور کی بدولت ہدایت ملتی ہے اور اس ہدایت پر مداومت حاصل ہوتی ہے اور اس ہدایت کی محافظت کرتا ہے اور اس کا خوف اس کے دل میں ہدایت کو بڑھاتا رہتا ہے، تقویٰ وہ دلی کیفیت ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتا ہے رضامندی کا متلاشی ہوتا ہے اور اسے مقام عطا ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام

---

[95] البینۃ، 8:98

[96] العنکبوت، 69:29

[97] محمد، 7:47

وہ اعمال وافکار جن سے خوف کی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے اور وہ یقین کو بارآور کرنے کا تصور انسان کے رگ وپے میں پنہاں کرتے ہیں اور اسی سے انسان میں تصور الوہیت، ربوبیت اور معبودیت کو نکھارنے کا سبب بنتے ہوتے ہیں، خلوت وجلوت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب کرنے اور اسی کی حاکمیت کو تسلیم کرنے پر تصور مسئولیت ابھرتا ہے، خود فریبی سے بچاؤ اور خود احتسابی کو راسخ کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، اور آیات خوف سے آنکھوں سے چھلکنے والے آنسو اس تصور کی بلندی بن کر مقاصد شریعت کی تکمیل کرتے ہیں، اور مظاہر خوف اور آثار خوف نے ان حقیقتوں کو آشکارا کیا کہ جن کی بدولت انسانیت عموماً اور اہل اسلام خصوصاً عمل پیرا ہو کر اپنی دنیوی اور اخروی اور ابدی کامیابی اور نجات کو سمیٹ سکتے ہیں، جو اساسی اعتبار سے اس خوف کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں جو مطلوب مؤمن کی مؤمنانہ بصیرت کا آئینہ دار ہوتا ہے، مظاہر خوف اور آثار خوف حقیقت میں زندگی کے اتار چڑھاؤ میں انسان کی امید اور سہارا ہوتے ہیں تاکہ وہ زندگی کی تلخیوں اور تناؤ میں اصلی تعلق وربط کو قائم رکھ سکے۔